غلام کبریا خان

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحسَنَ الحَدِیثِ

کِتَابًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ الخ ۳۹/۲۳

(آخری قسط)

قرآن کا مطالعہ

علامہ مشرقی اعلی اللہ مقامہ نے بھی اپنی تصنیف تکملہ مطبوعہ ۱۹۶۰ئہ میں جو ۹۰ مکی سورتوں کی بعض آیات کے ترجمہ و تشریح پر مشتمل ہے۔ ترتیب نزول جرمن مستشرق نولڈکے کی جدول کو پیش نظر رکھا ہے اور لکھا ہے کہ "قرآن کے پیغام کو صحیح نظر سے دیکھنے کے لئے انسان کا پہلا انصاف اور وہ سلوک جو آسمانی کتاب ہونا چاہیئے یہ ہے کہ قرآن کا مطالعہ بعینہٖ اور بشعہ نہ صرف اسی ترتیب سے رسولؐ نے اس کو دنیا کے سامنے پیش کیا بلکہ ان حالات کی روشنی میں ہو۔ جو حالات رسول کو تیئیس برس کی مدت میں کفار مکہ کی مخالفت یا موانعات کے باعث پیش ہوتے رہے۔ اس مطلب کو حاصل کرنے کے لئے قرآن کی صورتوں کو حتی الواسع وہی ترتیب پھر دینا لازمی ہے جس ترتیب سے وہ نازل ہوئی تھیں اور ساتھ ہی ساتھ اس ماحول کی حتی الواسع صحیح سرگزشت کو پیش نظر رکھنا بھی اس قدر لازمی اور ضروری ہے۔

(تکملہ جلد اول ص۵)

قرآن کو حتی الوسع اسی ترتیب سے پھر پیش کیا جائے جس ترتیب سے وہ نازل ہوا تھا اور پھر اس ترتیب سے پیش کرنے کے ضمن میں ہی قرآن کی اس تعلیم کو واضح کر دیا جائے جس تعلیم نے قرن اول

کے وہ عدیم المثال ایمان والے لوگ پیدا کئے جائیں جنھوں نے بالآخر روئے زمین کی کایا پلٹ کر رکھدی تھی۔ (تکملہ جلد اول صلا)

ترتیب قرآن مطابق تنزیل

سید امداد حسین صاحب کاظمی کے ترجمہ "القرآن المبین تفسیر المتقین" میں سورہ بقرہ کی آیت ۲۳ کے حاشیہ میں لکھا ہے " اس مقام پر مخالفین سے ایک سورۃ کا مطالبہ کیا گیا ہے اسی طرح سورہ یونس آیت ۳۸ میں سورہ کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ پھر آگے چل کر سورہ ہود میں دس سورتوں کی مثل لانے کا مطالبہ کیا گیا ہے پھر آگے چل کر بنی اسرائیل میں پورے قرآن کی مثل لانے کی تحدی کی گئی۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ پہلے پورے قرآن کا مطالبہ کیا جاتا۔ جب وہ نہ لاتے تو اس سے کم دس سورتوں کا مطالبہ ہوتا۔ جب اس سے عاجز رہ جاتے تو پھر ان کو ایک ہی سورت لانے کے لئے کہا جاتا مگر یہاں الٹا معاملہ ہے۔ ----- یہ ثبوت ہے اس بات کا ترتیب قرآن مطابق تنزیل نہیں ہے" (صلا)

جناب کاظمی صاحب نے یہ تو صحیح فرمایا ہے کہ قرآن حکیم کی موجودہ ترتیب سورہ نزولی نہیں بلکہ ترتیب ترتیلی ہے۔ لیکن اس اعتراض کو دور کرنے کے لئے ترتیب نزول سے مدد لی جائے تو یہ الجھن دور ہو جاتی ہے

(۱) سورہ بنی اسرائیل مکی ہے جس کا ترتیب نزول نمبر ۸۶ ہے اور اس کی آیت ۸۸ میں قرآن کی مثل لانے کا مطالبہ ہے ۱۷/۸۸ اور ظاہر ہے کہ اس سے پورا قرآن مراد نہیں ہے بلکہ جس قدر قرآن اس وقت نازل ہو چکا تھا اسی کی مثل لانے کی تحدی کی گئی ہے۔

(۲) اس کے بعد سورہ ہود مکی کا ترتیب نزول نمبر ۸۷ ہے جس کی آیت ۱۳ میں ہے کہ اس جیسی دس سورتیں بنائی ہوئی لے آؤ ۱۱/۱۳ موجودہ ترتیب میں بھی سورہ ہود گیارہویں سورت ہے۔

(۳) پھر سورہ یونس مکی کا ترتیب نزول نمبر ۸۸ ہے اس کی آیت ۳۸ میں فرمایا ہے کہ اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے علاوہ جو مل سکیں سب کو بلا لو اگر تم سچے ہو ۱۰/۳۸ یعنی ان سے مدد لو اور سب مل کر ایک سورہ بنا لاؤ۔

(۴) اس کے بعد سورہ بقرہ مدنی ترتیب نزول نمبر ۹۱ کی آیت ۲۳ میں ایک ہی سورت کے مطالبہ کو دہرایا گیا ہے کہ " اس جیسی ایک سورت لے آؤ۔ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتوں کو بھی بلا لو، اگر تم سچے ہو۔ ۲/۲۳

اس طرح ترتیب نزول سے قرآن کو سمجھنے سمجھانے میں بہت مدد ملتی ہے اور غور و فکر کرنے والوں کو اسی طرح آئندہ بھی قرآن حکیم میں مزید داخلی شہادتیں مل سکتی ہیں۔

قرآن کی اندرونی شہادت

پروفیسر محمد اجمل خان نے اپنی کتاب "ترتیب نزول قرآن مجید" میں مکی و مدنی سورتوں کی ترتیب نزول کی الگ الگ جدول مرتب کی ہیں۔ اور ان دونوں جدول میں ابن عباسؓ اور محمد بن نعمان بن بشیرؓ اور حسن و عکرمہ کی ترتیب سورہ کے ساتھ میور اور نوئل ڈیکیے واچ گرام اور ہرشلفڈ مستشرقین کی ترتیب فہرست بھی شامل کی ہے اور ان کے علاوہ اپنی مرتبہ جدول بھی دی ہے اور قرآن کی اندرونی شہادت کی رُو سے بھی ترتیب سورہ ایک قابل قدر کوشش ہے۔ راقم نے بھی محترم پروفیسر صاحب کی فہرستوں سے استفادہ کرتے ہوئے اس اندرونی شہادت کی تلاش کی تو پہلے سورہ نساء مدنی کی آیت ۔ ۱۴۰ سامنے آ گئی جس میں فرمایا ہے۔

"اور وہ (اللہ) تم پر کتاب (سورہ انعام) میں نازل کر چکا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار اور ان کا استہزاء کیا جا رہا ہے تو انکے ساتھ مت بیٹھو۔ یہاں تک کہ وہ اس کے سوا کسی دوسری بات (فی حدیث غیرہ) میں لگ جائیں (ورنہ) ضرور تم بھی اس وقت انہی کی طرح ہو جاؤ گے"۔ ۴/۱۴۰

اس آیہ مبارکہ میں ایک کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں مندرجہ یہ حکم نازل ہوا۔ جستجو اور تلاش، اور قرآن کی ورق گردانی سے معلوم ہوا کہ اس کتاب سے مراد سورہ انعام کی ہے۔ اس ذہنی آزمائش میں قرآن حکیم ہی واحد سہارا تھا اور قرآن حکیم سے ہی یہ رہنمائی ہوئی کہ سورہ انعام کی آیت ۶۸ میں یہ حکم موجود ہے۔

"اور (اے مخاطب) جب تو ان لوگوں کو دیکھے کہ جو ہماری آیات کے بارے میں (استہزاء) بیہودہ باتیں کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیرے یہاں تک کہ وہ اس کے سواء دوسرے بات (فی حدیث غیرہ) میں لگ جائیں اور اگر شیطان تجھے بلا دے تو یاد آ جانے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھ" ۶/۶۸

اس سے واضح ہو گیا کہ سورۂ انعام کی سورہ نساء مدنی سے پہلے نازل ہوئی تھی اور سورہ نساء میں

لفظ کتاب سے مراد سورہ انعام ہے اور اسی کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر سورت ایک الگ کتاب ہے اور ان تمام سورتوں کا مجموعہ پورا قرآن حکیم بھی ایک کتاب ہے۔

حرمت غذا کا حکم

جناب قاضی کفایت اللہ صاحب ایم۔اے اسلامیات لاہور نے بھی قرآن کی اندرونی شہادت کے متعلق بعض آیات کی نشاندہی فرمائی کہ "حرمت غذا کے متعلق سورہ انعام ترتیب نزول نمبر ۵۴ ہے جو ابن عباس کی فہرست میں ہے اور پروفیسر اجمل خان کی جدول میں نمبر ۹۰ ہے اور اس سورہ انعام کی آیت ۱۴۵ میں واوحی الی کا اشارہ سورہ النحل کی طرف ہے جو بلحاظ نزول سورۂ انعام سے پہلے ہے اور اس کا ترتیب نزول نمبر ۸۹ ہے اور سب سے پہلے اس سورہ النحل میں غذاؤں میں حرمت کا ذکر آیا ہے جو کہ آیت ۱۱۵ میں ہے۔

مال غنیمت اور سورہ فتح و سورہ توبہ کے متعلق فرمایا کہ سورہ الفتح مدنی ترتیب نزول نمبر ۱۰۴ کی آیت ۱۴ میں ہے "اور جب تم مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے جاؤ گے تو پیچھے رہے ہوئے لوگ کہیں گے ہمیں بھی ساتھ جانے دو۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں (اے نبیؐ) کہدو! کہ تم ہمارے ساتھ نہیں چلو گے۔ اسی طرح اللہ نے پہلے سے (من قبل) فرما دیا ہے تو کہیں گے تم حسد کرتے ہو۔ بلکہ وہ خود ہی کم سمجھتے ہیں ۴۸/۱۵" یہ سورۂ الفتح صلح حدیبیہ کے بعد ۶ھ میں نازل ہوئی اور اس کا جواب سورہ التوبہ مدنی ترتیب نزول نمبر ۱۱۳ کی آیت ۸۳ میں فرمایا ہے "پس اگر اللہ تجھے ان میں کسی گروہ کی طرف لوٹا کر لائے اور وہ نکلنے کے لئے تجھ سے اجازت مانگیں تو کہدو میرے ساتھ کبھی نہ نکلو گے اور نہ میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے جنگ کرو گے۔ تم پہلی مرتبہ بیٹھنے میں راضی ہو گئے تھے سو اب بھی پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ ۹/۸۳" یہ وحی اس حالت میں ہوئی جب آپؐ ۹ھ میں سفر تبوک میں تھے۔"

قاضی مظہر الدین احمد بلگرامی

"عیون العرفان فی علوم القرآن" جو کہ جناب قاضی مظہر الدین احمد صاحب بلگرامی کی ایک قابل قدر کوشش ہے محترم موصوف نے اپنی اس تالیف کا تعارف کرایا ہے کہ "علوم القرآن کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اس کی بعض انواع مثلاً "علم التفسیر" اور "علم اسباب النزول" وغیرہ کا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد میں ہو چکا تھا پہلی صدی ہجری سے اب تک ہر صدی

یں علوم القرآن پر برابر کام ہوتا رہا ہے جس کی تفصیل کا یہ محل نہیں۔ ایک عرصہ سے خیال تھا کہ علوم القرآن کی بعض انواع پر اس ڈھنگ سے اردو میں کچھ لکھا جائے کہ جو عام فہم ہو۔ جس سے ارباب فن کے علاوہ مدارس دینیہ کے طلبہ بلکہ وہ لوگ کچھ استفادہ کر سکیں جو علوم دینیہ کے مطالعہ کا شوق و ذوق رکھتے ہیں

اس دیرینہ ارادہ کو پورا کرنے کے لئے میں نے علوم القرآن کی تین انواع سے اس کی ابتداء کی۔ جس کا نام میں نے "عیون العرفان فی علوم القرآن" رکھا ہے اور ان تین موضوعات میں حسب ذیل انواع پیش کی گئی ہیں۔ پہلا موضوع "جمع و ترتیب القرآن" پر اور دوسرا "اسباب النزول" پر ہے اور تیسرے موضوع میں "محکم متشابہ" کو بیان کیا گیا ہے" (عیون العرفان فی علوم القرآن ص۱۴)

اس ترتیب نزول قرآنی سورتوں کے اسباب النزول کے متعلق اس کتاب سے استفادہ کیا جائے گا اور موقع و محل کے مناسب اس کے اقتباسات مع حوالہ دیئے جائیں گے۔ اس مجموعہ میں مختلف تراجم و تفاسیر سے حسب استعداد استفادہ کیا گیا ہے اور بعض سورتوں کی تفسیر کا ماخذ ایسی تفسیر ہی ہے جو کہ اب نایاب ہے۔ اس لئے یہ مجموعہ کسی ایک فرقہ کی خاص ترجمانی نہیں۔ تاکہ اس فرقہ بندی سے بالاتر ہو کر نوجوان طبقہ صرف مسلم کہلائے اور فروعی اختلافات کو موضوع بحث نہ بنایا جائے۔ کیونکہ بحث مباحثوں میں تحقیق حق مطلوب نہیں ہوتی۔ (داعی الی القرآن)

حافظ محمد اسلم جیراجپوریؒ

چھوڑ کر قرآن کو مسلم حق سے بیگانہ ہوا — دین کو بھی رسوا کیا اور آپ بھی رسوا ہوا
وہ کتاب آسمانی مشعل راہ نجات — نور کا اک چشمہ روشن ہے جو بہتا ہوا
نسخہ اکسیر جاں داروئے بیماریٔ دل — رحمت حق کا تحفہ عرش سے اترا ہوا
ظلمت باطل ہوئی کافور جس کے نور سے — آشکارا شان حق کا دہر میں جلوہ ہوا
گلہ باں جس کی بدولت نائب حق ہو گئے — بوسہ گاہ بادشاہاں جن کا نقش پا ہوا
آج بھی موجود ہے ہم میں وہی شمع ہدیٰ — کاش آئے راہ پر میر کارواں بھٹکا ہوا
دیکھنا تم رقص مجنوں کا تماشا دشت میں — سامنے اس کے پھر محمل لیلیٰ ہوا

نور سے معمور پھر سارا جہاں ہو جائے گا
آسماں سے ابر رحمت درخشاں ہو جائے گا

(تاریخ القرآن ص۱۳۶)

سورہ العلق مکی ۔ اس کی ۱۹ آیات ہیں

باسم ربک

اقرا باسم ربك الذی خلق ○ خلق الانسان من علق ○ اقرا وربك الاكرم ○ الذی علم بالقلم ○ علم الانسان مالم يعلم ○ كلآ ان الانسان ليطغٰی ○ ان راٰه استغنٰی ○ ان الی ربك الرجعٰی ○ ارءيت الذی ينهٰی ○ عبدا اذا صلٰی ○ ارءيت ان كان علی الهدٰی ○ او امر بالتقوٰی ○ ارءيت ان كذب وتولٰی ○ الم يعلم بان الله يرٰی ○ كلا لئن لم ينته ہ لنسفعا بالناصية ○ ناصية كاذبة خاطئة ○ فليدع ناديه ○ سندع الزبانية ○ كلا ط لا تطعه واسجد واقترب ○

اپنے رب کے نام کے ساتھ اعلان کر جس نے (درجہ بدرجہ) پیدا کیا ۔ پیدا کیا انسان جونکوں سے ۔ اعلان کر تیرا رب عزت رکھنے والا ہے (وہ تجھے عزت دیگا اور جو جھوٹی عزت کے مدعی ہیں انھیں گرا دے گا ۔ اس لئے آگے رب اکرم کی صفت میں فرمایا) جس نے قلم کے ذریعہ سے بہت کچھ سکھلایا انسان کو (وہ کچھ) سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا اس رئیس کا روکنا ٹھیک نہیں ۔ بلا شبہ انسان بالضرور سرکشی کرتا ہے کہ وہ (رئیس) اپنے آپ کو بے پرواہ سمجھتا ہے بلا شبہ تیرے رب کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے کیا تو نے اس شخص کو نہیں دیکھا ۔ جو روکتا ہے ایک بندے کو جب وہ پیچھے چلتا ہے کیا تو نے نہیں دیکھا گر وہ بندہ ہدایت پر ہے اور تقوی کا امر کرتا ہے (تو کیا یہ سرکش) جانتا نہیں کہ اللہ اسے دیکھتا ہے (ایسا کرنا) ٹھیک نہیں ۔ البتہ اگر یہ باز نہ آیا تو ہم اُسے پیشانی کے بالوں سے پکڑ لیں گے (یعنی) جھوٹی اور خطا کار پیشانی سے ۔ سو، چاہئیے کہ وہ اپنی مجلس کو (اپنی مدد کے لئے) بلا لے ۔ ہم بھی (ان کے جبر کو) دفع کرنے والوں کو بلاتے ہیں ۔ (یہ جبر کرنا) ٹھیک نہیں ۔ تو اس کا کہنا مان اور سجدہ کر ۔ اور (یوں خدا کی طرف راغب مائل ہو کر) قریب ہو جا ۔ (یہ پیشین گوئی بدر کے روز پوری ہوئی اور مدافعین پہلے پہل اُسی دن بلائے گئے ۔

علقہ کے معنی

خواجہ احمد الدین علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ ا[س] سورت کا نام علق ہے ۔ اور علق جمع ہے علقہ کی ۔ علقہ کے معنی ہیں پارہ از خون بستہ و کرم سیاہ آبی کہ خون از جلد بدن می مکد ۔ و آمرا نہ لوگوئیذ د ہر چیزے

کہ بہ چیزے درآویزد۔ پس علق کے معنی ایسے کیڑوں کے ہیں جو آب مرد میں جونک کی طرح پیدا ہوجاتے ہیں اور رحم مادر سے چمٹ جاتے ہیں اور علاقہ پکڑتے ہیں۔

انسان اسم جنس ہونے کے سبب جمع کے حکم میں ہے پس سب ان کیڑوں سے پیدا ہوتے ہیں دیکھو خدا تعالیٰ کس طرح ذلیل ۲۲/۲۰ و ۳۲/۸ کو عزیز بنا دیا ہے۔ خدا تعالیٰ بلاشبہ اکرم ہے۔ افسوس ہے کہ انسان ایسی عزت پانے کے باوجود بدی کرکے ذلیل ترین حالت میں چلا جاتا ہے۔ (تفسیر بیان للناس منزل ہفتم ص۲۵۹ تا ص۲۶۱)

بسم اللہ اس پہلی سورت کے آغاز میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا ہے اقراء باسم ربک۔ بسم اللہ سے آغاز نہیں ہو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی پر سوار ہوتے وقت فرمایا تھا بسم اللہ مجریھا ومرسٰھا ۱۱/۴۱ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کو جو خط لکھا تھا اس کے شروع میں انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے الفاظ ہیں ۲۷/۳۰ قرآن کی ہر سورت پر جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے وہ سورت کا جزو نہیں ہے

اقراء لغات القرآن میں ہے کہ القراءۃ، حروف اور الفاظ کو ایک دوسرے کے ساتھ ملانے اور جمع کرنے کو کہتے ہیں ابن عباسؓ نے فاتبع قرانہ ۷۵/۱۸ کے معنی اس پر عمل کرنے اور اس کی پیروی کرنے کے بتائے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ اقراء عبرانی لفظ ہے جس کے معنی اعلان کرنے کے ہیں اس اعتبار سے اقراء باسم ربک کے معنی ہوں گے تو اپنے نشو و نما دینے والے کی صفت ربوبیت کا عام اعلان کردے۔ یہ وہی چیز ہے جسے سورہ مدثر میں قم فانذر ۷۴/۲ وربک فکبر ۷۴/۳ سے تعبیر کیا گیا ہے اس کے معنی اعلان عام کے ہوں گے۔" (لغات القرآن جلد سوم ص۱۲۴۳)

قراء کے بنیادی معنی

قراء کے بنیادی معنی جمع کرنا۔ قرءٌ کی جمع قروءٌ آتی ہے ۲/۲۸۲ زجاج نے کہا ہے کہ قرآن بھی اسی سے فعلان کے وزن پر مصدر ہے اس کے معنی جمع کرنے کے ہیں۔ قرآن کو قرآن اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ سورتوں کو جمع کرتا ہے ایک دوسرے سے ملاتا ہے۔ ابن الاثیر نے کہا ہے۔

"کتاب اللہ کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ اس نے اپنے اندر قصص، امر و نہی وعدہ، وعید اور آیات کو جمع کر دیا ہے"۔

راغب نے کہا ہے کہ اس کا نام قرآن اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ خدا کی نازل کردہ کتابوں کے ثمرہ کو اپنے اندر جمع کئے ہوئے ہے بلکہ تمام علوم کے ماحصل کو اپنے اندر جمع کئے ہوئے ہے قرآن کریم میں ہے کہ اس کا جمع کرنا اور حفاظت سے رکھنا ہمارے ذمہ ہے۔ سو جب ہم اسے جمع کر دیں تو تم اس جمع کردہ وحی کی پیروی کرنا ۷۵/۱۸ (ابن قتیبہ القرطبی جلد ۱ صفحہ ۹ و جلد دوم صفحہ ۱۹۴)

خلق سورہ عبس کی میں فرمایا ہے "اس (انسان) کو بوند (نطفہ) سے پیدا کیا پھر اسے طرح طرح کے اندازوں میں رکھا پھر اسے موت دی پھر قبر میں رکھوا دیا ۸۰/۱۹ و ۲۰ سورہ التین کی آیت ۴ میں فرمایا ہے "ہم نے انسان کو نہایت عمدہ ساخت میں پیدا کیا ہے" ۹۵/۴ سورہ القیامہ کی آیت ۳۷ و ۳۸ میں فرمایا "کیا وہ (انسان) ایک بوند (نطفہ) نہ تھا اس منی کا کہ گھمائی جائے ۷۵/۳۷ پھر خون کی پھٹک (علقہ) ہوا تو اس (اللہ) نے پھر اسے ٹھیک بنایا ۷۵/۳۸ یعنی رحم میں جو منی گرائی جاتی ہے تو جو ایسے گندے پانی سے پیدا کیا گیا ہو، اس کا تکبر کرنا، اترانا اور پیدا کرنے والے کی نافرمانی کرنا بے جا ہے "فسوی" اس کے اعضاء کو کامل کیا اور اس میں روح ڈالی"۔ سورہ نوح کی آیت ۱۷ میں ہے "اور اللہ نے تمھیں سبزے کی طرح زمین سے اگایا ہے" ۷۱/۱۷ یعنی تم کو مٹی سے اگایا تم بھی ایک قسم کے درخت ہی ہو۔ یعنی انسان چلتا پھرتا درخت ہے۔ سورہ الدہر کی آیت ۲ میں فرمایا "بیشک ہم نے انسان کو ملی جلی منی (امشاج) سے پیدا کیا" ۷۶/۲ لفظ امشاج کے معنی ہیں اختلاط ماء الرجل و ماء المرأۃ۔ یعنی امشاج مرد اور عورت دونوں کے مادہ تولید کا مرکب ہونا یہ دونوں آپس میں جب جذب ہو جاتے ہیں تو ان کو قرار کے لئے ایک مضبوط جگہ میسر آجاتی ہے" سورہ النجم کی آیت ۳۲ میں ہے "اور وہ (اللہ) اس حالت کو بھی جانتا ہے جب اس نے تمھیں اس زمین سے پیدا کیا نیز اس حالت کو بھی جانتا ہے جب تم ماؤں کے پیٹ میں جنین تھے" ۵۳/۳۲ سورہ السجدہ کی آیت ۸ میں فرمایا ہے "پھر اس کے نچوڑ سے جو تھوڑا پانی ہے اس کی نسل چلائی" ۳۲/۸ جس طرح انسان کا جسم زمین کے نچوڑ یعنی خلاصہ سے نمودار ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان کی نسل انسان کے جسم کے نچوڑ سے چلتی ہے۔

انسان کے منازل

سورہ المومنون کی آیت ۱۲ میں فرمایا ہے "(۱) اور تحقیق ہم نے انسانوں کو مٹی کے نچوڑ یعنی خلاصہ سے پیدا کیا۔ پھر اسے مضبوط قرارگاہ میں بطور نطفہ (۲) ٹھہرایا۔ پھر ہم نے نطفہ سے لوتھڑا (۳) (علقہ) بنایا۔ پھر علقہ (لوتھڑے) سے گوشت کا ٹکڑا (۴) بنایا اور اس گوشت کے ٹکڑے میں ہڈیاں (۵) بنائیں اور ہڈیوں پر گوشت (۶)

چڑھایا۔ پھر اس مخلوق کو دوسری صورت بنا کر کھڑا کیا۔ بابرکت ہے اللہ کی ذات جو احسن الخالقین ہے ۲۳/۱۲ اس آیت میں تمام حالتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو انسان کے ابتدائی زیج سے لے کر اس کو جنین تک پہنچاتی ہیں اور پھر جنین کی ارتقائی منازل کا بھی ذکر کیا ہے جن کو طے کرنے کے بعد جنین انسان کی شکل کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس کے بعد موت پھر بعثت بعد الموت انسان کی نو منازل ہیں۔

میڈیکل سائنس

اس آیہ مبارکہ میں میڈیکل انکشاف ہے جس میں علم جنین یعنی (EMBYOLOGY) بیان کی گئی ہے۔ یہ علم حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی دوسرے بشر کو میسر نہ تھا۔ اس وقت میڈیکل سائنس کا نام ونشان تک موجود نہ تھا۔ اس سے صاف طور پر عیاں ہے کہ یہ علم حضور نبی کریمؐ کو بذریعہ وحی عطا کیا گیا۔

سورہ المومن مکی آیت ۶۴ میں ہے اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو جائے قرار اور آسمان کو چھت بنایا تمہاری شکلیں عمدہ بنائیں الخ ۴۰/۶۴

سورہ الروم مکی آیت ۲۰ میں فرمایا " اور اس (اللہ) کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے اگایا۔ اب تم چلتے پھرتے انسان ہو" ۳۰/۲۰ سورہ ہود کی آیت ۶۱ میں ہے اس (اللہ) نے تم کو مٹی (ارض) سے بنا کر کھڑا کیا" ۱۱/۶۱ یہاں تمام انسانوں کو مخاطب کیا ہے۔ اور سورہ النحل کی آیت ۷۸ میں ہے کہ " اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے بطن سے پیدا کیا۔ اس وقت تم کچھ سمجھ بوجھ نہ رکھتے تھے پھر ہم نے تم کو کان اور آنکھ اور دل دیئے (تاکہ تم کائنات کا مطالعہ کر سکو اور علم سیکھ سکو) اور ہمارے شکر گزار بنو" ۱۶/۷۸ سورہ آل عمران آیت ۵ میں ہے " وہ (اللہ) جس طرح چاہتا تمہاری ماؤں کے ارحام میں تمہاری ڈیل ڈول بناتا ہے۔ اور سورہ التغابن مدنی آیت ۳ میں فرمایا " خدا نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ اور تمہاری شکل و صورت بنائی اور نہایت اچھی بنائی" ۶۴/۳ اور سورہ الحجرات مدنی آیت ۱۳ میں فرمایا " ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا" ۴۹/۱۳ یعنی مرکب مادہ تولید سے دونوں ذکر اور اُنثیٰ پیدا کئے جاتے ہیں (ماخوذ)

تمام انواع کا علم

عبیداللہ سندھی علیہ الرحمتہ لکھتے ہیں کہ انسان کو پیدا کرنا یہ تھا اور اس کو عالم بنانا اور تمام انواع کا

علم اس میں جمع کر دینا یہ اس کے کرم میں ایک اضافہ ہے اور انسان اجتماعیت سے ترقی کرتا ہے اور اجتماعی علم قلم سے ہی محفوظ رہتا ہے۔ پہلے لوگوں نے جو کچھ جمع کیا اپنے تجربات سے اپنی تاریخ قلمبند کر دی اس کے بعد جو دوسری قوم آئی اس نے پہلی تحقیقات اور تاریخی باتوں سے فائدہ اٹھایا۔ اور اس طرح اپنی تاریخ قلمبند کر دی تو انسان میں (نوشت و خواند سے) علمی اجتماع پیدا ہوا، اور اب آئندہ کے واسطے جن چیزوں کو انسان نہیں جانتا تھا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم دیا۔ یعنی ایک علم تو اس نے قلم کے ذریعے حاصل کیا جس کو زمین کا علم کہا جاتا ہے اور دوسرا علم قلم اعلیٰ سے حاصل ہوا، اور پھر اس علم کو قلم کے ذریعہ جہان میں پھیلایا۔ جس سے خود بھی مستفید ہوا۔ اور دوسروں کے افادہ کے لئے اس کو عام کر دیا۔ یہی خاصیت انسان کی ہے پھر قلم سے جو علوم اور تاریخ لکھی جاتی ہے اس میں بہت غلط باتیں بھی لکھی جاتی ہیں۔ اس کے باعث ان علوم سے اتنا فائدہ نہیں ہوتا اور بہت مشکلات پیش آجاتی ہیں۔ اور ترقی کے راستے میں جتنے غلط یا تاریخ اعمال میں رکاوٹیں ڈال رہے تھے۔ الہام کے ذریعہ وہ رکاوٹیں دور کر دی جاتی ہیں۔

خطیرۃ القدس اور آئندہ کے لئے اسے غیر متبدل پروگرام دیا جاتا ہے۔ جس کو انسانی فطرت اپنا سمجھ کر قبول کرتی ہے اور ایسی نعمت الٰہی کا کوئی شخص منکر نہیں ہو سکتا۔ چونکہ ایسی باتیں انسانی عقل سے نہیں تو اس کو ایسا علم خطیرۃ القدس سے دیا گیا جس سے اس کی تمام مشکلات حل ہو جاتی ہیں الہام کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ قلم سے لکھے ہوئے علم میں غلط سلط سے جو عقدہ پڑ جاتا ہے اس کے حل کرنے کے لئے الہام کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ مشکلات ایسی تھیں کہ عقل انسانی اس کے حل کرنے سے قاصر تھی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم اور عنایت سے انسان کو سہل راستہ (الہام سے) دکھایا۔ اب یہ آخری الہام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونا شروع ہوتا ہے۔ ایسا محفوظ کر دیا جائے گا کہ اس میں غلط بات کا خلط ہرگز نہیں ہوگا۔ اس لئے آئندہ کسی کے آنے کی ضرورت نہ رہے گی اور اس کے سمجھنے کے لئے عقل کفایت کرتی رہے گی $\frac{4}{13}$ (المقام المحمود صـ ۱۳۰ تا صـ ۱۳۲)

سرمایہ پرست

کلّا ہرگز نہیں یعنی یہ خیال کرنا کہ تمام انسان اعلیٰ علوم کی اشاعت اور انسانیت اور تمدن کے لئے علم کی برکات سے مستفید ہونا چاہتے ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ بعض انسان باغی ہوتے ہیں اور لوگوں

پر ظلم کرنا چاہتے ہیں اس لئے انسانوں میں فہم اور علم پیدا ہونے نہیں دیتے اور اس کا سبب فقط استغناء یعنی سرمایہ داری ہے۔ سرمایہ دار طبقہ مساکین پر ظلم جاری رکھنے کے لئے ان کو علم سے آشنا نہیں ہونے دیتے۔ تعلیم سے روکنے والا طاغی انسان ہے وہ چاہتا ہے کہ غرباء غلامی کی زنجیریں میں جکڑے رہیں۔ اور اس طرح وہ دوسروں کو اپنا محتاج بناتا ہے۔ اور یہ سرمایہ پرستوں کی عادت قبیحہ ہے۔ اقراء امر ہے اور فرض عین ہے اور تعلیم ہی ایک ایسا نسخہ ہے جس سے غلامی کی زنجیریں کٹ جاتی ہیں اور انسان ترقی کے راستے دیکھنے لگتا ہے۔ سرمایہ پرست انسان لوگوں کو پڑھنے لکھنے سے روکتا ہے تاکہ وہ غلامی میں رہیں"۔ (المقام المحمود صـ۳۳)

کلّا اور وقف

ابو الجلال ندوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا کہ "سورۂ علق میں جو پہلا کلا کا لفظ ہے اس میں وقف نہیں ہے اور جس کلا پر وقف ہو وہ پورا جملہ ہوتا ہے اور اس سورت علق کی آیت ۸ میں ان کفار کے قول کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ان الی ربك الرجعیٰ۔ یعنی تیرے رب ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور کفار کا یہ قول سورہ قٓ کی آیت ۳ میں جو ترتیب نزول میں ۴۷ نمبر پر ہے کہ

"کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے (تو پھر اٹھائے جائیں گے) اور یہ لوٹ کر جانا بعید (از قیاس) ہے $\frac{۵۰}{۳}$

اسی طرح سورہ علق کی آیت ۱۵ میں جس بات کی تردید ہے وہ روایت سے معلوم ہوتی ہے کہ ابوجہل نے کہا تھا کہ "ان دو پہاڑوں کے درمیان مجھ سے زیادہ نادی (جماعت) والا کوئی نہیں" اس کی تردید میں فرمایا "سو وہ اپنے مصاحبوں کو بلالے" (آیت ۱۷) ہم بھی بہادروں کو بلائیں گے (آیت ۱۸) تیسرا کلا جو آیت ۱۹ میں ہے یہ پوری بات ہے کہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے تو اس کی بات نہ مان اور سجدہ کر اور تقرب حاصل کر۔ یعنی عبرانی کے کین لا سے جس طرح کلا ہوا۔ اسی طرح لاکین سے عربی میں لاکن بنا"۔

لفظ کلّا ۳۲ مقامات میں

محترم ندوی اعلیٰ اللہ مقامہ کی اس تحقیق کے ساتھ مزید غور کیا جائے تو قرآن حکیم کی پندرہ کی سورتوں میں ۳۲ مقامات پر لفظ کلا آیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

(۱) سورۂ علق میں تین بار لفظ کلا آیا ہے ۹۶/۶ و ۹۶/۱۵ و ۹۶/۱۹ لیکن پہلے کلا پر وقف نہیں اور دوسرے کلا پر بھی نہیں۔ تیسرے کلا پر وقف ہے۔

(۲) سورۂ التکاثر ترتیب نزول نمبر ۱۲ میں بھی تین مرتبہ ہے ۱۰۲/۳ و ۱۰۲/۴ و ۱۰۲/۵ لیکن ان تینوں جگہ وقف نہیں۔

(۳) سورہ ہمز ترتیب نزول نمبر ۱۶ میں لفظ کلا ایک دفعہ ہے ۱۰۴/۴ اس پر بھی وقف نہیں ہے۔

(۴) سورہ معارج ترتیب نزول نمبر ۱۷ میں کلا دوبار آیا ہے ۷۰/۱۵ و ۷۰/۳۹ ان دونوں پر وقف ہے۔

(۵) سورہ عبس ترتیب نزول نمبر ۱۸ میں کلا دوبار آیا ہے ۸۰/۱۱ و ۸۰/۲۳ ان دونوں پر وقف نہیں ہے

(۶) سورہ الفجر ترتیب نزول نمبر ۲۰ میں کلا دوبار آیا ہے ۸۹/۱۷ و ۸۹/۲۱ ان دونوں پر وقف نہیں ہے

(۷) سورہ انفطار ترتیب نزول نمبر ۲۹ کلا ایک دفعہ ہے ۸۲/۹ اس پر بھی وقف نہیں۔

(۸) سورہ القیامہ ترتیب نزول نمبر ۳۱ میں کلا تین جگہ ہے ۷۵/۱۱ و ۷۵/۲۰ و ۷۵/۲۶ ان تینوں پر وقف نہیں۔

(۹) سورہ مدثر ترتیب نزول نمبر ۳۶ میں کلا چار مرتبہ ہے ۷۴/۱۶ اس پر وقف ہے اور ۷۴/۳۲ اس پر وقف نہیں ۷۴/۵۳ اس پر وقف ہے اور ۷۴/۵۴ میں کلا پر وقف نہیں۔

(۱۰) سورہ مطففین ترتیب نزول نمبر ۳۷ میں کلا چار دفعہ آیا ہے ۸۳/۷ اس پر وقف نہیں اور ۸۳/۱۴ اس پر وقف ہے اور ۸۳/۱۵ و ۸۳/۱۸ ان دونوں پر وقف نہیں۔

(۱۱) سورہ النباء ترتیب نزول نمبر ۴۴ میں کلا دو مرتبہ آیا ہے ۷۸/۴ و ۷۸/۵ ان دونوں پر وقف نہیں۔

(۱۲) سورہ مریم ترتیب نزول نمبر ۵۵ میں کلا ایک بار ہے ۱۹/۸۲ اس پر وقف ہے

(۱۳) سورہ المؤمنون ترتیب نزول نمبر ۶۱ میں کلا ایک بار ہے ۲۳/۱۰۰ اس پر وقف ہے۔

(۱۴) سورہ الشعراء ترتیب نزول نمبر ۶۴ میں کلا دوبار آیا ہے ۲۶/۱۵ و ۲۶/۶۲ ان دونوں پر وقف ہے

(۱۵) سورہ السباء ترتیب نزول نمبر ۶۸ میں کلا ایک دفعہ ہے ۳۴/۲۷ اس پر بھی وقف ہے۔

انسانیت علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ اب دوسری فصل شروع ہوتی ہے۔ اس میں انسانیت کی تقسیم دو حصوں میں کردی جاتی ہے کہ ایک انسان ہے کہ وہ انسانیت کی حدود چھوڑ دیتا ہے اور دوسرا انسان ہے جو انسانیت کے حدود پر اور اس کے مقتضیٰ پر پوری طرح کاربند ہے اور وہ علم جو مقتضی انسانیت میں سے تھا اس کی اشاعت کرتا ہے اور دوسرا اس کو روکتا ہے

چنانچہ اس کا سبب آیات ۶ اور ۷ میں بتایا جاتا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ اس کے پاس روپیہ جب جمع ہو جاتا ہے تو وہ انسانیت کی حد سے نکلنے لگتا ہے اور اپنی جماعت سے مستغنی ہو جاتا ہے اور اپنی حدود چھوڑنے لگ جاتا ہے۔ اس سے یہ اشارہ سمجھ میں آتا ہے کہ انسان جماعت کے اندر رہے تو اس کی انسانیت ٹھیک رہتی ہے اس لئے کہ بعض چیزوں میں وہ دوسروں کا محتاج ہے اور بعض میں دوسرے لوگ اس کے محتاج ہیں۔ اسی طرح سوسائٹی میں برابری کا خیال محفوظ اور ملحوظ رہتا ہے اور جب اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ انسانی سوسائٹی میں لوگوں کا محتاج نہیں تو وہ اپنی حد سے بڑھنے لگا۔ غرض اللہ تعالیٰ نے اپنا قانون ایسا بنایا ہے کہ کوئی فرد اپنی نوع سے باہر جا ہی نہیں سکتا۔" (القام المحمود صـ۱۳۳)

رب کی طرف رجوع

تیرے رب کی طرف رجوع ہونا (آیت ۸) یعنی ہر ایک محتاج ہے اور اُس کا رخ خطیرۃ القدس کی طرف ہے۔ وہاں شخص اکبر موجود ہے اور تجلی الٰہی بھی موجود ہے یعنی ہر انسان کو ہم نے اپنا محتاج بنایا ہے تو اس کا اثر یہ ہوا کہ ہر ایک دوسرے کا محتاج ہے اور یہ احتیاج اس کی صورت نوعیہ کا تقاضا ہے اور ہر ایک کو دوسرے کی مساوی احتیاج ہے اور مستغنی فقط اللہ تعالیٰ ہے اور اس سے مانگ رہے ہیں تو انسان پر واجب تھا کہ وہ اپنی حقیقت پر غور کرتا کہ واللہ ھو الغنی وانتم الفقراء ۴۷/۳۸ و ۲۵/۱۵

طاغی اب اس سلسلہ انسانیت کے دوسرے فریق (طاغی) کا ذکر شروع ہوتا ہے (آیات ۹، ۱۰) اور حد سے گذرنے والے انسان کی مثال دی جاتی ہے اور اس ضمن میں انسانیت کے دوسرے طبقہ کا ذکر آجاتا ہے کہ ایک بندہ جب اللہ تعالیٰ کا نام شروع کر دے تو وہ اسے منع کرتا ہے اور جو اللہ کو یاد کرتا ہے تو اس کا اتصال اپنے رب سے ہوا۔ اس لئے وہ ضرور اس کے بندوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھے گا اور یقیناً مظلوم کی دادرسی کرنے میں سعی کرے گا اور اس طرح لوگ اس کے پاس جمع ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ محتاجوں اور مسکینوں کا مددگار ثابت ہوتا ہے اور ان محتاجوں، مسکینوں اور مظلوموں کو یقین ہے کہ یہ شخص ہم کو ظلم سے نجات دلائے گا اور وہ بندہ ان کو تسلی دیتا ہے اور بشارت دیتا ہے مگر جو آدمی انسانیت کی حد سے بڑھ جائے (ظالم ہو جائے) وہ اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اسے خطرہ ہے کہ اس طرح وہ پھر سے کسی پر ظلم نہیں کر سکے گا۔ وہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس شخص کے پاس چار آدمی جمع ہوں۔ لہذا وہ آدمی ہی کو منع کرتا

ہے کہ اس کے باعث لوگ ایسے ظالموں سے متنفر ہوجائیں گے۔ یعنی قرآن شریف پڑھا جاتا ہے جس
یں عدالت اور عدالت کی فضیلت اور ظالموں اور فاسقوں پر لعنت ملامت ہے۔ اور اعمال صالحہ یعنی
عدالت قائم کرنے والے مسکینوں اور محتاجوں کو اور انصاف کرنے والوں اور محتاجوں کے کھانے کا انتظام
کرنے والوں کے لئے بشارت اور ہمت افزائی ہے۔ تو وہ دراصل قرآن مجید پڑھنے سے منع کر رہا ہے
کیونکہ اس کو خوف ہے کہ اس سے لوگوں میں بیداری پیدا ہوجائے گی۔ صلوۃ اور قرآن مجید کی تلاوت
لازم وملزوم ہیں۔ کبھی آپس میں جدا نہیں ہوتے۔ (المقام المحمود صـ۱۳۴)

عبدًا اذا صلّٰی

صلی کے معنی ہیں اگلے کے ساتھ ہوتے ہوئے پیچھے پیچھے آنا۔ چنانچہ حضرت علی کی ایک روایت
میں ہے" سبق رسول اللہ وصلّٰی ابوبکر وثلث عمر وخبطنا فتنۃ" رسول اللہ پہلے تشریف
لے گئے اور آپؐ کے پیچھے پیچھے ابوبکرؓ اور ان کے پیچھے عمرؓ بھی چلے گئے اور ہمیں فتنوں نے بدحواس کردیا
(لغات القرآن جلد سوم صـ۱۰۳۵)

اسی مقصد کی مزید وضاحت کے لئے قرآن کریم میں صلّی کے مقابلہ میں تولّی کا لفظ آیا ہے ۷۵/۳۰ و ۷۵/۳۱
تولّی کے معنی ہیں صحیح راستہ سے روگردانی کرنا، گریز کی راہیں نکالنا، پھر جانا، منہ موڑلینا، اس لئے صلی کے
معنی ہوئے قوانین خداوندی کے مطابق صحیح راستہ پر چلتے جانا۔ سورہ علق میں ہے ارءیت الذی
ینھی عبدًا اذا صلّٰی ۹۶/۹ و ۹۶/۱۰ یعنی جب خدا کا بندہ اپنے فرائض منصبی کو ادا کرنا چاہتا ہے تو یہ
(مخالف) اس کے راستے میں رکاوٹیں ڈالتا ہے۔ (لغات القرآن جلد سوم صـ۱۰۳۷)

خاص بندے کا ذکر

اللہ تعالی کے خاص بندے کا ذکر ہے کہ اگر وہ آدمی سیدھے راستے پر ہو تو اولاً اس کو چاہیئے
کہ اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہو اور اپنے آپ کو اللہ تعالی کا ایک عاجز بندہ سمجھے اور جو صحیح تعلیم ہے
اس پرکاربند رہے اور انصاف قائم کرنے کی کوشش کرے۔ پھر انسانیت کے ہر اچھے افراد اس کی
جماعت میں شامل ہوکر اس ظالم اور اس کے ظلم کی بیخ کنی کردیں گے اور اللہ تعالی اس کو خوب دیکھتا
ہے اور ترقی دیتا رہے گا۔

کَذَّبَ | اور یہ ظالم اس کو جھٹلاتا ہے اور انسانیت کو ترقی دینے سے روکتا ہے یعنی ترقی

کی طرف پشت کر رہا ہے اور رجعت پسندی اختیار کر رہا ہے اور لوگوں کو بھی پیچھے کی طرف لے جا رہا ہے اور رات دن اُس کی یہی کوشش ہے کہ اس دعویٰ کو جھوٹا ثابت کرے کہ (انسانیت انصاف کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی۔ اور مظلوموں سے ظلم دور کرنا انسانیت کا فرض ہے) کَذَّبَ کا یہ معنی ہے اور جب اس کے پاس کوئی برہان اور دلیل نہیں رہتی اور عاجز ہو جاتا ہے تو لڑنے کی تیاری کرتا ہے تولّی کا یہ معنی ہے۔ اس طاغی کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ اس کے کام کو اور اس بندہ کے کام کو خدا دیکھ رہا ہے اور کیا یہ اتنا بھی نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس انصاف قائم کرنے والے بندے کو کامیاب کر رہا ہے کیا طاغی اس کو نہیں جانتا؟ اگر یہ آدمی اپنی حرکت سے باز نہ آیا تو ہم اسے بالوں سے پکڑ لیں گے یعنی یہ خیال نہ کرنا کہ یہ ایسا کرتا رہے گا اور یہ چونکہ سرمایہ دار ہے اس لئے اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ یہ بات غلط ہے بلکہ اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر الٹا زمین میں مار دیا جائے گا وہ پیشانی کے بال تو پاکیزہ لوگوں کی طرح رکھتا ہے مگر باطن میں بڑا شیطان، جھوٹا اور خطاکار ہے کہ وہ حق کا مقابلہ کرتا ہے۔

جنگ بدر اور قریش مکہ

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں پیشانی کے بال مقدس سمجھے جاتے تھے۔ جیسے سکھوں کے بال کیس اور ہندوؤں کے ہاں بودی۔ اہل عرب بال رکھتے تھے اور نہایت عزت سے اس کی پرورش کرتے تھے۔ اور پھر حج کے ایام مقام منیٰ میں منڈواتے تھے اور یہ منڈوانا سر کٹنے کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ قریش مکہ یعنی مخالفین کے سے آدمی جنگ بدر میں مارے گئے اور انہیں ان کی پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کنوئیں میں ڈال دیا گیا۔ (المقام المحمود ص ۱۳۵)

آیات ۱۷، ۱۸ وہ اپنی مجلس کے ہم نشینوں کو اپنی مدد کے لئے بلالے جو اس کے شریک کار ہیں۔ اور اگر اس کے ہم مجلس کسی نیک آدمی کو اچھے کام سے روک دیں تو اس کے لئے ہم جہنم کے پیادے بھیج دیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام قوت خرچ کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آجائیں تو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا نہیں سمجھنا چاہیئے۔ حق کی اطاعت کرنے والی روحیں ان کے ساتھ ہیں۔ اب اگر وہ ہاتھا پائی (دست بدست جنگ) کریں گے تو شکست کھائیں گے۔ نادی شراب کی مجلس میں بیٹھنے والا۔

زبانیہ یہ اشارہ جنگ بدر کی طرف ہے۔ زبانیہ انصار و مہاجرین کی ایسی جماعت تھی (جیسے بلال وغیرہ) جس کو قریش سے نہ کوئی تعلق رحمی تھا اور نہ کوئی تعلق لسانی تھا۔ وہ اپنے معبود برحق اور محبوب الٰہی میں سرشار تھے۔ جنگ میں کسی کو بے تحاشا مار کر ڈھیر کر دیا۔ اور طاغی کے معاونین سب بھاگ گئے وللہ الحمد۔

آیت ۱۹ تو طاغی کی اطاعت نہ کر، وہ تیری اطاعت کرے اور تیرے آگے ذلیل ہو کر تابع ہو جائے۔ ایسی کوشش کر اور ایسی تعلیم عام کر کہ مجبوراً اس طاغی کو تیری اطاعت کرنی پڑے۔ اس نے فرمایا کہ اطاعت نہ کر۔ یعنی ان لوگوں سے صلح نہ کر۔ کفار صرف یہ چاہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے ظلم کرنے اور ان کو بُرا کہنا چھوڑ دیں۔ کسی کا خاص نام لے کر ذکر نہیں کیا جاتا۔ بلکہ عام انداز میں مخاطب کیا جا رہا ہے اور اس میں قریش مکہ اور ان کے آباؤ اجداد تمام شریک تھے۔ اس واسطے وہ اس کو برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ظلم و شرک کو بُرا کہیں۔ صلح کے معنی یہ ہیں کہ ایک فریق اپنے دعوی کا کچھ حصہ چھوڑ دے تو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوٰی کا کچھ حصہ چھوڑ دیتے تو تمام تعلیم برباد ہو جاتی۔ لیکن اپنے اپنے دعوٰی میں بڑی پختگی سے قائم رہے اسی سبب سے کامیابی ہوئی۔

سجدہ کے معنی

سجدہ کے معنی ہیں خدا کی پوری طرح اطاعت اور قرب سے مطلب ہے کہ خطیرۃ القدس کے جو مقدس درجے ہیں ان میں پہنچنا مثلاً حکم دیا گیا ہے کہ کافروں کی اطاعت نہ کرو۔ ان سے صلح نہ کرو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو حکم دیا جاتا ہے اس کی پوری اطاعت کرو۔ یہ نہیں کہ کسی معاملہ میں کفار سے صلح کر لی اور کسی میں چپکے ہو رہے بلکہ ان سے صلح کرنے کی سخت ممانعت کی گئی ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ظالموں سے کسی قسم کی مصالحت نہیں کی۔ حتیٰ کہ قیصر و کسریٰ کو بھی جو ظالم حکمران تھے دکھایا اور آپؐ کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ نے انقلاب کامیاب بنا دیا۔

(المقام المحمود ص۱۳۷ و ص۱۳۸)

"یہ پہلا اعلان سورۃ علق کی ایک سے پانچ آیت تک ہے۔ یہ امام کی حیثیت سے حضورؐ کی پہلا دعوت تھی رمضان نبوی ۱ھ مطابق ۶۱۰ء تا محرم ۴ھ نبوی مطابق ۶۱۴ء تین سال تین ماہ

فترۃ الوحی کے ساتھ کا زمانہ ہے، یہ دور ربوبیت ہے اور صفات خالق وکریم کا اظہار ہے اور اقراء وعلم اور قلم کی مخصوصات ہیں۔ ان رسول اللہ کان ھوالامام ۔ (امام جعفرصادق ع)

موضوع | مرزا عبدالحمید مرحوم داعی الی الحق نے لکھا ہے "اس سورت کی ابتداء سب سے پہلی وحی سے ہوئی ہے۔ پہلی وحی پانچ آیات ہیں اس نئے تعلق کو ظاہر کیا گیا ہے جو ذات باری تعالیٰ کے ساتھ قائم ہوا، نئی زندگی ایک انقلاب عظیم کی ابتدا ہے۔ دشمنان اسلام اگر اس خدائی پروگرام میں رکاوٹ بنتے ہیں تو ان کا انجام بہرحال ہلاکت دبربادی ہے۔ ہر داعی حق توحید کے نشہ میں سرشار ہوکر اللہ کی حفاظت میں آسکتا ہے اور انجام کار ہر باطل طاقت کا خاتمہ ہوجانا خدا کی دائمی تقدیر ہے۔ تعلیمات قرآن) اس سورت میں ۶ سے ۱۹ آیات تک الحاق ہیں جو سورۂ ق سے پہلے نازل ہوئیں جیسا کہ سورہ ق کی آیت ۳ سے واضح ہے۔

(ختم شد)

بقیہ صفحہ ۲۳ سے آگے

پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم قریش کے لئے ہادی اور مزکی تھے آپ نے سب سے پہلے انہی کی تکمیل کی طرف توجہ فرمائی۔ کیونکہ قریش کو جاہلیت میں تمام قبائل عرب میں ریاست دینیہ حاصل تھی اور تمام لوگ اسی طرح قریش کی قدر اور تعظیم وتکریم کرتے تھے جس طرح بیت اللہ کی وہ کیا کرتے تھے۔

عرب علی العموم حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد کی تعلیم کرتے تھے اور بنی اسرائیل یعقوب کی مزیت چاہتے تھے اور علم وحکمت کے لحاظ سے ان کے قائل تھے لیکن دراصل وہ تھے اپنی قوم میں سے ۔ اور ایک گروہ اولاد اسمٰعیل سے تھا عرب کے اندر رہتا تھا اور وہ بھی ان میں سے تھا اس لئے قبائل عرب جب حضرت ابراہیم اور ان کی مسجد کی عظمت کرتے تھے اور اس لئے کرتے تھے کہ یہ اولاد اسمٰعیل قریش کی طرف رغبت ومیلان رکھتے تھے اور اسی طرح رغبت ومیلان رکھتے تھے جس طرح اپنی قوم کی طرف میلان رکھتے تھے اور انھیں اعتراف تھا کہ انسانیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک دین کے واسطے پسند کیا ہے۔

(جاری ہے)